سلاطین دہلی و شاہانِ مغلیہ کا ذوق موسیقی

تالیف: پروفیسر محمد اسلم

مطبوعہ: ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۲۰۲۱

تبصرہ نگار: پروفیسر ڈاکٹر غلام شمس الرحمن *

اس کتاب کا مواد بنیادی طور پر ہندوستان کے ترک اور مغل حکمرانوں کی حس جمالیات اور ذوق موسیقی کی وضاحت کرتا ہے جبکہ ضمنی طور پر سلاطین دہلی اور شاہانِ مغلیہ کے حوالے سے قائم کردہ بیانیوں اور تعبیرات کی اصلاح و توضیح کرتا ہے اور اس کے ساتھ متبادل بیانیوں کی تشکیل و ساخت میں مدد فراہم کرتا ہے۔ ہندوستان کی معاصر تاریخ نگاری معروضی مطالعہ کے بجائے برطانوی تسلط و غلبہ یا ہندو قومیت کے نقطہ ہائے نظر کے تناظر میں کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے اس دور کی قابل ذکر جہات نظروں سے اوجھل ہو گئیں ہیں کیونکہ تاریخی واقعات کی تعبیر مخصوص مقاصد کی تکمیل کے لیے کی گئی۔ رفتہ رفتہ یہ تعبیرات اس عہد کے ثانوی مصدر کے طور پر متداول ہوئیں اور بتدریج بنیادی مصادر نظروں سے اوجھل ہو گئے، جس کی متعدد وجوہ میں سے ایک یہ ہے کہ یہ مصادر فارسی اور مقامی زبانوں میں لکھے گئے تھے۔ جب ان زبانوں کی سرکاری و حکومتی سرپرستی نہ رہی تو ان سے استفادہ کی صورتیں بھی محدود ہو گئیں۔ اس طرح یہ ثانوی مصادر اب مسلم و ہندو شعور میں بھی بنیادی اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ مزید برآں پاکستان میں دو قومی نظریہ کی بنیاد پر ریاست اور دانشوروں نے معروضی، تکثیری، کلی اور تمام شامل فکر کی بجائے نظریاتی، یکتائی، جزوی اور خالص تجریدی افکار کی آبیاری کی۔ چنانچہ شعوری و غیر شعوری طور پر برطانوی اور قوم پرست ہندو مؤرخین کی تعبیرات کی اصلاح کے بجائے ردِ عمل کا بیانیہ اختیار کیا گیا۔ نتیجتاً تاریخ کے کئی ایک پہلوؤں سے دانستہ طور پر مسلمانوں نے بھی اغماز کیا اور اس طرح غیر شعوری طور پر جزوی تاریخ مرتب ہوئی جس سے بالواسطہ برطانوی اور ہندو مؤرخین کے نقطہ ہائے نظر کی تائید ہوئی۔ پروفیسر محمد اسلم نے اپنی کتاب "سرمایہ عمر" کے دیباچہ میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

* شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

"یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ کے اس شاندار سیاسی، علمی اور ثقافتی کارناموں کو چھپا کر صرف غیر مسلموں پر ان کے مظالم کی داستانیں ہی قلمبند کرتے رہے۔ ایشوری پرشاد، موجمدار، رائے چوہدری، آور دتہ کی تصانیف پڑھنے سے بسا اوقات ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ مسلمانوں کے عہد حکومت میں ہندو امور سلطنت پر چھائے ہوئے تھے۔ ہندو مؤرخین کے علاوہ بھارت کے قوم پرست مسلمانوں نے بھی جن میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کیمونسٹ اساتذہ شامل ہیں ہندو مؤرخین کی ہم نوائی کی اور سلطان محمود غزنوی سے لیکر اورنگ زیب عالمگیر تک تقریباً سبھی مسلمان حکمرانوں پر ڈاکو، لٹیرے اور عیش پرست ہوتے کا لیبل چسپاں کر دیا"۔

پروفیسر محمد اسلم اس تناظر میں ان مسلم مؤرخین کا نام ذکر کرتے ہیں۔ جنہوں نے ہندو اور قوم پرست مسلم مؤرخین کی فکر کی تردید کی۔ ان میں حافظ محمود شیرانی، آغا مہدی حسین، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اور پروفیسر خلیق احمد نظامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جن میں سے مؤخر الذکر کی پیروی کا اعتراف پروفیسر محمد اسلم نے کیا ہے۔ انہوں نے صوفی ادب کے مطالعہ سے تاریخ کو ایک نیا رخ فراہم کیا۔ زیر بحث کتاب سلاطین دہلی و شاہانِ مغلیہ کا ذوق موسیقی پروفیسر محمد اسلم کے تیرہ مختصر مضامین کا مجموعہ ہے۔ ان میں پہلا مضمون قرونِ اولٰی میں موسیقی اور موسیقار کے حوالے سے عمومی نوعیت کی معلومات پر مبنی ہے جبکہ چھ مضامین سلاطین دہلی اور چھ شاہانِ مغلیہ کے ذوق موسیقی کے بیانِ پر مشتمل ہیں۔ یہ مضامین ابتدائی طور پر مختلف مجلات میں شائع کیے گئے اور اب خوش قسمتی سے ان مقالات کو از سر نو کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے جس پر بلاشبہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ہدیہ تبریک کا مستحق ہے۔ تاہم اس اہم کتاب کو جس توجہ اور احتیاط کی ضرورت تھی طبع جدید میں ان تمام تقاضوں کو کافی حد تک نظر انداز کیا گیا ہے۔ کتابت کی غلطیاں بے شمار ہیں۔ ان مضامین پر مناسب حواشی وتوضیحات سے ان کی افادیت میں اضافہ کیا جاسکتا تھا۔ امید ہے آئندہ ایڈیشن میں اس کا خیال رکھا جائے گا۔

یہ مجموعہ مضامین قارئین پر سوچ کے نئے دریچے واکرتا ہے اور متعدد متداول فکری بیانوں اور بیانیوں کی تردید، تصحیح اور متبادل بیانیے کی ساخت کرتا ہے۔ صرف دو مثالیں اس کی وضاحت کے لیے پیش خدمت ہیں۔ ا۔ چشتی صوفیاء میں خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ کو عموماً معاصر مؤرخین ایک ایسے صوفی کے طور پر پیش کرتے ہیں جنہوں نے اپنے شیخ اور سلسلہ کی روایت کے برعکس سماع کو ترک کر دیا تھا۔ کتاب کے چوتھے مضمون میں مصنف نے اس واہمہ کی تردید کی ہے۔

وہ شمس سراج عفیف کی تاریخ فیروز شاہی سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جس سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ خواجہ چراغ دہلویؒ سماع سنتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ سلطان فیروز شاہ کی معیت میں سندھ سے دہلی جارہے تھے۔ راستہ میں ہانسی کے مقام پر شیخ قطب الدین منورؒ کی خانقاہ میں چند روز قیام کیا۔ جہاں انھوں نے محفل سماع منعقد کی۔ یہ

محفل دو چار گھنٹے نہیں بلکہ کئی روز تک جاری رہی۔ مزید بر آں وہ شیخ بندہ نواز گیسو دراز ؒ کی روایت پیش کرتے ہیں:
"خواجہ ما تعمد نشنیدی و اگر کسی دف زنان پیش در آمدی منع ہم نہ کردے"

پروفیسر محمد اسلم، شیخ محمد اکرام کے اس نقطہ نظر کی تردید کرتے ہیں کہ خواجہ چراغ دہلویؒ سماع کے منکر تھے۔ جس کی بنیاد غالباً انھوں نے شیخ عبد الحق دہلویؒ کی اخبار الاخیار کی روایت پر رکھی ہے۔ پروفیسر محمد اسلم اس بات پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ روایت کیسے درست ہو سکتی ہے کہ خواجہ چراغ دہلویؒ نے اپنے شیخ کے طریقہ کار کو ترک کر دیا اور دوسری طرف اپنے مریدوں کو ترک سماع کا درس نہ دیا۔ آپ کے مرید اور خلیفہ سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو داز ؒ سماع کے دلدادہ تھے۔ وہ لکھتے ہیں: "فتح کار من در تلاوت و سماع بود"۔ مزید بر آں آپ کے ملفوظات "جوامع الکلم" اور سیر محمدی" میں متعدد واقعات درج ہیں جن سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ خواجہ چراغ دہلویؒ سماع کے منکر نہیں تھے۔

2۔ دوسرا بیانیہ اورنگزیب کی شخصیت اور نقشبندی علماء کے حوالے سے ہے کہ انھوں نے مقامی ثقافت کو رد کیا اور مذہبی بنیادوں پر ریاست کی تشکیل کی کوشش کی۔ مغلیہ دور کے نقشبندی فکر کے علماء وصوفیاء نے مسلم تشخص کو اجاگر کرنے کے لیے اپنی فکر کو "خالص "اسلامی طرز پر قائم کیا جس میں مقامی روایت سے خاص طور پر انحراف کیا گیا۔ ان کی اس فکر کا مجسم اظہار اور اورنگزیب کے عہد میں نہ صرف علماء بلکہ اعیانِ مملکت میں بھی واضح انداز میں ہوا۔ مثلاً یہ بات کہ اورنگزیب نے موسیقی ایسی تمام روایات کو یکسر ختم کر دیا۔ اطالوی سیاح منوچی کی مقبول عام روایت بھی اس حوالے سے پیش کی جاتی ہے کہ اورنگزیب کے عہد میں موسیقی کا جنازہ نکالا گیا۔ پروفیسر محمد اسلم تاریخی شواہد سے اس امر کی تائید کرتے ہیں کہ تمام مغل بادشاہ بابر، ہمایوں، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگزیب نے موسیقی کی خدمت کی اور ان کے دربار سے اس عہد کے عظیم ترین موسیقار وابستہ رہے۔ اورنگزیب کے ہمعصر مؤرخ محمد ساقی مستعد نے تحریر کیا ہے کہ اورنگزیب نے موسیقی کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور اس کی اس فن لطیف کی باریکیوں پر گہری نظر تھی (ص130)۔ وہ لکھتے ہیں کہ فن موسیقی پر جس قدر کتب اورنگزیب کے عہد میں تحریر کی گئیں اس سے قبل کسی مغل بادشاہ کے دور میں نہیں کی گئیں ہے (ص142)۔
پروفیسر محمد اسلم مغل دور کے مصادرِ تاریخ کی مدد سے کئی ایک مشہور گویّوں کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے اورنگزیب کے زیر اثر موسیقی کی خدمت کی (ص134)۔ اب جہاں تک نقشبندیوں کی راسخ العقید گی اور خالص اسلامی فکر کا تعلق ہے تو بلاشبہ شیخ احمد سرہندیؒ اور ان کے متبعین موسیقی کو ناپسند کرتے تھے تاہم یہ بات تاریخی حقائق کے خلاف ہے کہ ان کے زیر اثر مغل بادشاہ اورنگزیب نے موسیقی کا جنازہ نکال دیا یا اس عہد میں موسیقار بھوکوں مرنے لگے۔ پروفیسر محمد اسلم اس حوالے سے متعدد تاریخی شواہد پیش کرتے ہیں مزید بر آں وہ نقشبندیوں کے حوالے سے قائم ہونے والے تاثر کی بھی نفی کرتے ہیں ۔ وہ کئی ایک نقشبندی صوفیاء و علماء کی

موسیقی کے حوالے سے مثبت آراء اور ان کی فنِ موسیقی سے دلچسپی کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ علم موسیقی سے گہری واقفیت رکھتے تھے اور انہیں راگوں کی پہچان تھی۔ اور ان کے بیٹے شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے تو موسیقی پر باقاعدہ کتاب لکھی۔ جس کا نام "سانگیت شاستر" ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی موسیقی سے دلچسپی کے متعدد حوالے آپ کے ملفوظات میں بھی منقول ہیں۔ ہندوستان میں اسلامی تہذیب کے جمالیاتی پہلو جن کو بالعموم معاصر تاریخی مصادو میں نظر انداز کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اس حوالے سے بہت اہم ہے کہ اس میں اس کمی کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔